

قسط 4

"آپکا مطلوبہ نمبر فلوقت مصروف ہے برائے مہربانی کچھ دیر بعد کوشش کیجیے گا۔"

دا نمبر یو ڈائل از۔۔۔!"

"کیا یار کیا مصیب ہے یہ کہاں پھنس گیا ہوں میں کون الو کا پٹھا ہے یہ جو فون اٹھا کر نہیں دے رہا۔ کہاں مر گیا ہے یہ نواب کی اولاد۔۔۔"

بُراک غصے سے اپنے آفس روم میں ادھر سے ادھر گھومتے بکتا جھکتا اب فون ٹیبل پر پٹھکتے اپنی چیئر پر جا بیٹھا تھا پھر سیدھے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اپنی پیشانی مسلی سر میں شدید درد تھا۔ اور اللہ جانے ارتضیٰ نے کس گھدے کا نمبر اسکو پکڑا دیا تھا جو کال اٹھا کر نہیں دے رہا تھا ارتضیٰ نے ٹھیک کہا تھا کہ کال کرتے کرتے رات بھی ہو سکتی ہے اور اب واقعی رات

کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔۔۔ سب جا چکے تھے بس ارتضیٰ اپنے آفس روم میں تھا اور بُراک بیچارہ یہاں فون ملاتے ملاتے غصے سے کھول رہا تھا۔۔۔

ارتضیٰ نے کہا تھا دس بیس بار کال ملانے پر اٹھا ہی لے گا۔۔۔ پر یہاں تو بیچارے بُراک نے اسے پچاس سے زائد مرتبہ کال کر لی تھی مگر مجال ہے جو کوئی جواب موصول ہوا ہو اسے۔۔۔

فون بند بھی تو نہیں جا رہا تھا اسکا جو بُراک ارتضیٰ کو جا کر بتا دیتا کہ نہیں مل رہی کال یہاں تو کال جا رہی تھی اور کوئی نہیں اٹھا رہا تھا۔۔۔ ارتضیٰ اسے بھگو بھگو کر مارے گا اگر بُراک یہ کام نہ کر سکا۔۔۔

اسے ایک نئے سرے سے پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔۔۔

کیا کرے کیسے کرے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا مگر کرنا تو تھا ارتضیٰ نے جس سنجیدگی سے اس سے کہا تھا کہ اسکو جلد پاکستان بلاؤ اسکا مطلب یہی تھا کوئی نہایت ضروری کام تھا۔۔۔

بُراک نے ایک گہری سانس لیتے واپس موبائل فون اٹھایا پھر دوبارہ کال ملائی۔۔۔

جواب نہ دردد۔۔۔!

خوشخبری رائلٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شلف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications

Whatsapp : 03335586927

Email : aatish2kx@gmail.com

پھر ملائی۔۔ جب سات مرتبہ اور ملانے پر نہیں اٹھائی گئی تو براک خود پر ضبط کرتا اٹھ کھڑا ہوا اب ارتضیٰ کو بتانا تو تھا ہی کیا کرے اس میں اسکی کیا غلطی بھلا۔۔ اسنے تو اپنی پوری جی جان سے کام کرنے کی کوشش کی اب سامنے والا بندہ ہی اتنا ڈھیٹ ہو تو بیچارہ بُراک کیا کر سکتا ہے۔۔۔

وہ دل ہی دل میں خود کو حوصلہ دیتے اور خود میں ہمت مجتمع کرتے ارتضیٰ کے آفس کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

ساتھ میں فون لے جانا نہیں بھولا تھا۔۔۔ بھی ثبوت بھی تو دکھانا تھا ارتضیٰ کو کال ہسٹری کا۔۔

پھر وہ ارتضیٰ کے آفس روم کا دروازہ وا کر کے اندر داخل ہوا تو خالی کمرے نے اسکو منہ چڑایا۔۔

وہ حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔۔ ارتضیٰ کہاں جا سکتا تھا بھلا۔۔

اسنے واش روم چیک کر لیا وہاں بھی نہیں تھا۔۔ اور پھر وہ پورا کمرہ ایسے چھاننے لگا جیسے ارتضیٰ کوئی رکھی ہوئی چھوٹی سی چیز ہے جو گم ہو گئی ہو۔۔

پانچ منٹ یونہی پریشانی سے ادھر ادھر چکر کاٹنے کے بعد اسنے ارتضیٰ کا نمبر ڈائل کیا۔۔ نمبر بند جا رہا تھا۔۔ بُراک بھی غصے سے سب وہیں چھوڑ کر اپنے روم سے اپنا کوٹ اٹھاتے باہر کی جانب نکل گیا۔۔ مطلب وہ کب سے پاگلوں کی طرح کام کر رہا تھا اور ارتضیٰ صاحب مزے

سے یہاں سے فرار ہو چکے تھے۔ اور بُراک بہت تھک بھی تو گیا تھا۔ اسے اب بس سونا تھا۔

ارتضیٰ بھی بغیر بتائے نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ اس کو ارتضیٰ کی اس عادت سے سخت چڑھتی مگر پھر بھی وہ ہر بار یہی کرتا تھا۔ بھلے ہی ورکنگ ٹائمنگ میں بُراک اسکا سیکریٹری تھا۔۔ مگر ویسے تو اتنا اچھا دوست بھی تو تھا۔ نا جانے ارتضیٰ اس سے باتیں کیوں نہیں شنیر کرتا تھا۔ اس کو بری لگتی تھی یہ بات۔۔۔

پھر بُراک بھی تمام سوچوں میں گم گاڑی میں بیٹھتا اپنے گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔۔۔
اب ارتضیٰ سے صبح ہی ملاقات ہونی تھی پھر ہی اسکو بتائے گا کہ نہیں اٹھائی اس نواب کے بچے نے کال۔۔۔!

~~~~~

فجر کی آذان ہو چکی تھی۔۔ آسمان پر ہلکی ہلکی روشنی ابھر رہی تھی۔۔ اور کمرے میں بھی ہیٹر جلنے کی بدولت مدھم سی روشنی موجود تھی۔۔ وہ اپنے سیاہ ریشم جیسے بالوں کو جوڑے میں قید کرتی بستر سمیٹتے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ موبائل فون اٹھا کر دیکھا تو حوریہ کا مسج جگمگا رہا تھا۔۔

" صبح بخیر جانی۔۔ "

گلابی لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔۔ یہ حوریہ کا معمول تھا روز صبح فجر کے اوقات میں وہ اسے صبح بخیر کا مسج کیا کرتی تھی یہ دیکھنے کے لئے کہ اسنے اٹھ کر نماز پڑھی ہے کہ نہیں۔۔ پوسیسو دوست۔۔

اسنے بھی صبح بخیر کا مسج بھیجتے موبائل فون بیڈ پر رکھ دیا۔۔ ہلکے پیلے رنگ کی لیلن کی لانگ شرٹ اور لیلن کا ہی بڑے پائنجوں کا سفید پاجامہ پہنے وہ اچھی لگ رہی تھی۔۔ لیکن سیاہ آنکھیں بالکل بے رونق اور اداس سی لگ رہی تھیں اور کچھ سوچی ہوئی بھی تھیں یوں جیسے اسکی نیند پوری نہ ہو سکی ہو۔۔ وہ چپل پیروں میں اڑستی باتھ روم میں بند ہو گئی۔۔ کچھ دیر

بعد وہ نکلی تو کہنیوں تک آستینوں کو چڑھا رکھا تھا جنہیں وہ اب نیچے کر رہی تھی۔۔ ہاتھوں پیروں اور منہ پر پانی کے قطرے اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ وہ وضو کر کے نکلی ہے۔۔

پھر اس نے کبرڈ میں رکھی جائے نماز نکال کر بیڈ کے سائیڈ میں بچھائی۔۔ جس طرف بیڈ کا سرہانہ تھا قبلہ کا رخ بھی اسی جانب تھا۔۔ پھر وہ اپنی بھورے رنگ کی خوبصورت ڈیزائن کی بنی الماری سے اپنا ریشم کا سفید دوپٹہ نکالتے جائے نماز پر جا کھڑی ہوئی۔۔ اس نے اپنے دودھیا چہرے کے گرد وہ دوپٹہ لپیٹا۔۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں اسکا خوبصورت اور معصوم چہرہ بہت پر نور لگ رہا تھا۔۔

پھر اسنے نیت باندھتے اللہ اکبر کہا اور اپنے رب سے ملاقات میں مشغول ہو گئی۔۔

پہلے دو سنتیں۔۔ پھر دو فرض۔۔

دس منٹ بعد اب وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھا رہی تھی۔۔

نہ جانے کیوں اسکی آنکھوں سے قیمتی موتی ٹپک رہے تھے۔۔

اسنے کچھ نہیں کہا کچھ نہیں بولی وہ بس خاموشی سے اپنے رب کے سامنے روتی رہی۔۔

وہ اکثر ایسا کیا کرتی تھی جب وہ کسی کام میں پھنس جایا کرتی تھی یا کسی وجہ سے پریشان ہوا کرتی تھی تو وہ ایسے ہی اپنے رب کے سامنے خاموشی سے آنسو بہایا کرتی تھی۔۔ اور وہ بگڑا کام سنور جایا کرتا تھا یقیناً وہ رب سب کے دل کا حال جانتا ہے۔۔ جب تھک جاؤ جب بولا نا جائے جب کچھ بتایا نہ جائے تو رو لینا چاہیے اگر اسکو اپنے بندے کا رونا، پریشانی میں اسے یاد کرنا پسند آجائے تو وہ تو سب معاملات لمحوں میں حل کر کے اپنے بندے کو خوش کر دیتا ہے۔۔

لیکن آزمائش تو دنیا کے ہر انسان پر آتی ہے مگر وہ ہماری برداشت سے بڑھ کر ہم پر آزمائش بھی نہیں ڈالا کرتا۔۔

قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر یہ ذکر کیا ہے کہ اس نے انسان کو آزمائے جانے کے لیے پیدا کیا ہے۔۔

سورہ ملک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔

" جس نے موت اور زندگی اس لئے پیدا کی تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل میں زیادہ بہتر کون ہے۔۔ "

اسی طرح سورہ ہود آیت 7 , سورہ کہف آیت 7 , سورہ انعام آیت 165 -- اور دیگر سورتوں میں بھی اس بات کو دہرایا گیا ہے۔۔

ایسے ہی اس متعلق ایک صحابی کا قصہ بھی ہے۔۔ جن کو کافروں نے ظلم اور تشدد کا نشانہ بنایا ہوا تھا۔ کافر چلا کر پوچھتے کہ کہاں ہے تمہارا رب۔۔؟ وہ تمہیں کیوں نہیں بچاتا۔؟۔ وہ جواب دیتے تھے کہ جب تم مٹکا بھی خریدتے ہو تو اسکو بجا کر دیکھتے ہو کہ یہ مضبوط ہے یا کھوکھلا۔۔ میرا رب بھی مجھے آزما رہا ہے کہ میں جنت کے قابل ہوں یا نہیں۔۔

یقیناً اللہ نے انکی برداشت سے زیادہ آزمائش نہیں ڈالی ہو گی ان پر۔۔ مگر پھر بھی ہم انسانوں کو چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے بڑے سانہے لگتے ہیں اور ہم اپنے رب سے شکوہ کرنے لگتے ہیں کہ یہ کیوں ہو گیا۔۔ ہمارے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا ہم یہ نہیں سوچتے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی ناکوئی مصلحت ضرور ہوگی۔۔۔

آزمائش کا مطلب کیا ہے۔۔؟

صبر ، یقین ، بھروسہ ، انتظار ، امید۔۔

کہنے میں آسان الفاظ ہیں یہ لیکن جو ان سے گزرتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ کتنا مشکل اور کٹھن ہوتا ہے۔۔

مگر بے شک ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔۔

اور یہ بچوں کے لئے کہاوت ضرور ہے لیکن بالکل سچ اور حقیقت بات ہے کہ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔۔!

(وہ عطا کرے تو "شکر" اسکا،

وہ نہ دے تو "ملاں" نہیں،

میرے رب کے فیصلے کمال ہیں،

ان فیصلوں میں زوال نہیں۔۔)

پندرہ منٹ یونہی خاموشی سے آنسو بہانے کے بعد اس نے آخر میں بس چند جملے اپنی زبان سے ادا کئے۔۔

"یا اللہ پلیر اللہ جی میری بہن کو ٹھیک کر دیں پلیر مجھ سے وہ نہ چھینیں جسکا دکھ میں برداشت نہ کر سکوں مجھ پر رحم کریں میری ایک ہی بہن ہے مجھے واپس کر دیں اللہ جی۔۔"

اور بس پھر وہ آمین کہتے آنسو صاف کرتے اٹھ کھڑی ہوئی جائے نماز طے کرتے اس نے واپس کمرڈ میں رکھی سامنے کھڑکی میں دیکھا تو آسمان پر مکمل روشنی پھیل گئی تھی۔۔ صاف کھلا سفید اور نیلا آسمان بہت پر سکون لگ رہا تھا ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا اس سے آکر ٹکرایا تو اس نے ایک لمبی سانس اپنے اندر کھینچتے اسکی تازگی کو محسوس کیا۔۔

آج دسمبر کو الوداع کہنے میں بس دو دن رہ گئے تھے۔۔ پھر جنوری کے ساتھ مزید ٹھنڈ بڑھنی تھی۔۔ اس نے کرسی کی پشت پر ٹنگی اپنی بھوری شال اٹھا کے اپنے گرد لپیٹی اور پھر اپنے

کمرے سے باہر نکل آئی اسکے کمرے کے برابر میں ہی ارحا کا کمرہ تھا۔ وہ ایک لمحے کو رک کر اسکے بند دروازے کو دیکھنے لگی۔ پھر گہری سانس لیتے لاؤنچ کی جانب قدم بڑھائے مگر پھر لاؤنچ میں آتے ہی وہ ٹھہر گئی اب تک کوئی نہیں جاگا تھا کیا۔ اسے حیرت ہوئی تھی ورنہ اسکے گھر میں تو سب جلدی اٹھنے کے عادی تھے۔ سب؟ نہیں نا اسکی ارحو تو جلدی نہیں اٹھتی تھی۔ وہ اٹھنے میں بہت تنگ کیا کرتی تھی۔ یاد کر کے ہی اسکی آنکھوں کے گوشے بھگنے لگے تھے پھر وہ آنکھوں کے کونے انگلی کی پوروں سے صاف کرتی لاؤنچ سے باہر کی جانب نکل گئی۔ اسنے آگے جا کر چھوٹے سے لان میں قدم رکھا تو پورچ میں گاڑی بھی پارک نہیں تھی۔

اسے سمجھ آگئی تھی کہ اسکے ماں باپ اسکو گھر میں ہی چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس نے نہایت ہی مایوسی اور دکھتے دل کے ساتھ کسی خیال کے تحت اپنے والدین کے کمرے کا رخ کیا۔ وہ دروازے کا ناب گھما کر اندر داخل ہوئی تو کمرہ خالی تھا۔ پھر مزید مایوسی سے واپسی کے لئے مڑ گئی۔

"مرحہ۔"

پیچھے سے نورے نے اسکو آواز دی تو وہ چونک کر پلٹی نورے ہاتھ روم سے نکل رہیں تھیں  
یقیناً وہ ہاتھ لے رہیں تھیں تبھی انھیں دیر ہو گئی تھی۔۔

مرحاً کو انکو دیکھ کر یک گونہ سکون ملا تھا۔۔

"ماما۔۔! بابا کہاں ہیں کیا وہ چلے گئے۔۔؟"

اسکے استفسار پر نورے اثبات میں سر ہلاتی گویا ہوئیں۔۔

"ہاں چلے گئے ہیں مگر ابھی کچھ دیر میں آ جائیں گے ہمیں بھی جانا ہے میں نے ناشتہ کر لیا  
ہے تم بھی جلدی سے کر لو میں نے تمہارا ناشتہ بنا کر کچن میں ہی رکھ دیا تھا ٹھیک  
ہے۔۔ چلو جلدی کرو اب۔۔"

نورے بولتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کر بالوں کو ڈرائیو کرنے لگیں۔۔

اداس وہ بھی تھیں لیکن اسکے سامنے ظاہر نہیں ہونے دے رہیں تھیں۔۔ کہ وہ اپنی بیٹی کے  
سامنے خود کمزور نہیں پڑ سکتی تھیں۔۔

مرحہ بھی بس گردن اثبات میں ہلاتی مرے مرے قدموں سے کچن کی جانب بڑھ گئی۔ ناشتہ تو کیا ہی حلق سے اترتا بس زرا سا زندہ رہنے کے لیے ٹونگنا ضروری تھا۔

اچانک سے اسے یاد آیا کہ ازابیل کو بھی تو کھانا دینا ہوگا ارحا نہیں ہے تو اسکی بیچاری بلی بھی بھوکی ہوگی۔ اور اگر ارحا کو معلوم ہو جاتا کہ اسکی غیر موجودگی میں اسکی جان عزیز بلی کو چند دیر کے لئے بھی بھوکا رکھا گیا ہے تو قیامت آ جاتی۔ مرحا سوچتے ہی مسکرا دی پھر ازابیل کو صوفے سے اٹھاتی ہاتھ میں پکڑتے پیار کرتی ڈاننگ ٹیبل کی جانب بڑھ گئی جہاں ناشتہ بنا رکھا تھا۔

"ہیلو۔"

"آہہ۔۔"

ماریا جو صبح کچن میں پانی پینے کی خاطر آئی تھی پیچھے سے حسن کے اچانک افتاد پر اچھل کر دو قدم پیچھے ہوئی پھر لمبا سانس لیتے خود کو کمپوز کیا۔

حسن اسے بھویں سیٹھ کر جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے بھی پانی کا گلاس بھرتے لبوں سے لگایا اور ایک ہی سانس میں سارا پانی گٹا گٹ پی گیا۔

یہ اسکی بہت گندی عادت تھی جو کوشش کے باوجود بھی نہیں چھوٹی تھی۔ کھڑے ہو کر پانی پینا۔

"تم ڈر گئی ہو کیا جو ایسے بوکھلائی سی لگ رہی ہو۔ کیا میں تمہیں خوفناک لگتا ہوں۔؟"

حسن کے مزاحیہ لہجے میں استفسار کرنے پر ماریا نے اپنے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو انگلیوں سے کان کے پیچھے اڑسا۔

"اسلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔"

ماریا کے سلام کا جواب دیتے وہ اب فرج میں کچھ کھانے کو دیکھ رہا تھا۔ چونکہ ابھی فجر کو گزرے چند ثانیے ہی ہوئے تھے تو کوئی بھی اپنے کمرے سے باہر نہیں آیا تھا۔

پھر ماریا سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیرتی گویا ہوئی۔

"نہیں۔ میں کیوں ڈروں گی آپ سے میں بس اچانک سے آپکی آواز پر چونک گئی تھی۔ اور کچھ نہیں۔"

وہ بالکل سنجیدہ اور کانپتے لہجے میں بولتی حسن کو ٹھٹکا گئی تھی۔

حسن فریج کا دروازہ بند کرتے واپس اسکے سامنے آیا اور سنجیدگی سے اسکی جانب دیکھا۔

"Are you okay" ؟

حسن کے استفسار پر ماریا نے نگاہیں اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔

کتنے وقت بعد دیکھ رہی تھی نا اسے۔

مگر وہ تو اسے دیکھنے کا حق نہیں رکھتی تھی۔

سوچ کر دل میں ٹیس اٹھی تھی۔۔ پھر اس نے نگاہیں نیچے سلیب پر رکھے گلاس پر مرکوز کرتے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔

"میں ٹھیک ہوں بلکل ٹھیک۔۔ ابھی سو کر اٹھی ہوں اسلئے شاید تھوڑی سست لگ رہی ہوں

--"

اسکے جواب پر حسن نے بھی کندھے اچکانے پر اکتفا کیا پھر اچھا ٹھیک ہے ناشتے پر ملتے ہیں کہتے کچن سے باہر کی جانب قدم بڑھا دئے۔۔

ابھی وہ کچن کے دروازے پر ہی تھا کہ ماریا کی کمزور اور سہمی ہوئی سی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی۔۔

"ارحاکسی ہے اب۔۔ کیا آپکو اب کچھ علم ہے اسکی طبیعت کے بابت۔۔؟"

حسن مڑا اسنے دیکھا ماریا کی آنکھوں میں آنسو ڈگمگا رہے تھے ابھی وہ اس سے کچھ پوچھتا یا کچھ بولتا اس سے پہلے ہی حوریہ بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے اس جانب آگئی۔۔

"ہاں بھی کیا ہو گیا یہیں ہوں کیوں صبح صبح چیخ رہی ہو پورے گھر میں۔۔"

حسن نے اسکا سرخ سا گال کھیچتے محبت سے کہا تو حوریہ بھی مسکرا دی۔۔

ماریا دیکھ رہی تھی۔۔ اسے رشک آیا تھا حوریہ کی قسمت پر۔۔ اسکے پاس تو سارے رشتے تھے۔۔ وہ تو سب کی لاڈلی تھی۔۔ اور اتنی اچھی قسمت کی مالک کو تو ہمسفر بھی اچھا ہی مل جانا تھا۔۔ وہ اسکے لئے ماشاء اللہ کہنا چاہتی تھی لیکن ان دونوں کے درمیان کی نفرت ہی درمیان میں آ رہی تھی جس کی وجہ سے وہ پانی کا گلاس وہیں چھوڑتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔ یہ سوچتی کہ کہیں واقعی اسکی نظر نہ لگ جائے۔۔ لیکن اس طرح نگاہیں پھیر لینے سے کیا ہو گا بھلا۔۔

اسے ماشاء اللہ کہہ دینا چاہیے تھا نظر تو اپنی خود کی بھی لگ جایا کرتی ہے پھر دوسروں کی تو بہت ہی خطرے کا باعث ہوتی ہیں۔۔ نظر۔۔ جلن۔۔ حسد تو ایسی چیزیں ہیں کہ اگر لگ جائیں تو بندے کو عرش سے فرش پر پھینکنے میں لمحا نہیں لگاتیں۔۔ شاید بندہ زہر سے اتنی جلدی نہ مرتا ہو جتنی جلدی نظر بد قبر میں اتار دیتی ہے۔۔۔

حوریہ حسن کو ساتھ لیتی لاونچ میں آگئی جہاں آسیہ بیگم اور بی بھی آگئیں تھیں حسن اور  
حوریہ ان دونوں کو سلام کرتے صوفے پر جا بیٹھے۔۔۔

آسیہ بیگم اور بی بھی کچن میں ناشتہ بنانے کی غرض سے داخل ہو گئیں زوبیہ بیگم بھی دس  
منٹ میں آ جانے کا کہہ چکیں تھیں۔۔۔

ماریا نے اچانک سے کمرے میں داخل ہوتے دروازہ بند کیا اور اسکے ساتھ لگتے بیٹھتی چلی  
گئی۔۔۔

وہ اب رو نہیں رہی تھی۔۔۔ لیکن اسکا دل بہت گھبرا رہا تھا۔۔۔ ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔۔۔  
ارسلان اسکی وجہ سے مر گیا تھا اور وہ حسن کا سامنا بھی تو نہیں کر پا رہی تھی۔۔۔ وہ حوریہ  
سے چپکلیش ہونے کے باوجود اسکی خوشیوں کی دشمن نہیں بننا چاہتی تھی۔۔۔ اور مرہا کی بھی  
تو نہیں۔۔۔

اور ارحانہ جانے وہ کیسی ہوگی اب۔۔

اسنے اپنے ہاتھوں کو اپنی نظروں کے سامنے کیا وہ بری طرح کانپ رہے تھے چہرہ سفید پڑ رہا تھا اسکا اتنی ٹھنڈ کے باوجود بھی پورا وجود پسینے سے بھیگ رہا تھا۔۔

کیا تھا یہ۔۔؟ کیا ہو رہا تھا اسے۔۔؟ کیا پینک اٹکس۔۔؟ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اچانک یہ کیا ہو رہا ہے۔۔ اسے بس اتنا سمجھ آیا کہ شاید اسکی طبیعت کچھ خراب ہو رہی ہے۔۔ اسکے سر میں اچانک سے شدید ٹیسیں اٹھنے لگیں تھیں۔۔ بڑی مشکلوں سے وہ خود میں ہمت مجتمع کرتی کائناتی ٹانگوں سے چلتی دیوار کا سہارا لیتے بیڈ تک گئی اور دھپ سے اس پر جا گری۔۔ اسنے اپنی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کی لیکن نہیں کھل رہیں تھیں آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا آہستہ آہستہ پھر بالکل گھپ اندھیرا ہو گیا۔۔ وہ بیڈ پر بے سدھ سی پڑی اب دنیا اور ہوش و آواز سے بے گانہ تھی۔۔

~~~~~

" اچھا ماما میں جا رہی ہوں۔۔ "

زارا ندا بیگم کو کہتے انکے سامنے آکر بیٹھی ندا بیگم نے آیت الکرسی پڑھتے اسکے اوپر پھونکی پھر اسکو خدا حافظ کہتے وہ کتاب کا مطالعہ کرنے میں مشغول ہو گئیں۔۔

زارا بھورے رنگ کی شلوار قمیض اور اس پر گندمی رنگ کا دوپٹہ سر پر اوڑھے۔۔ اور کندھے پر بھورے ہی رنگ کا چھوٹا سا بیگ ٹانگے باہر کی جانب بڑھ گئی جہاں عمیر اور زاہد خان گاڑی میں اسکا انتظار کر رہے تھے۔۔

چونکہ زاہد خان کی گاڑی کل رات سے ہی چلنے میں کچھ مسئلہ کر رہی تھی اس لیے آج عمیر نے انھیں آفس ڈراپ کرنا تھا۔۔ اور پھر زارا اور اسکا اسلم ولا جانے کا ارادہ تھا۔۔

زارا بھاگتی ہوئی گاڑی کی پچھلی نشست پر زاہد خان کے برابر میں آکر بیٹھی اور جلد بازی میں زور سے دروازہ بند کیا۔۔

"کوئی فائدہ نہیں ہے یہ اچھل اچھل کر بیٹھنے کا آدھے گھنٹے سے ہم گاڑی میں بیٹھ کر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔۔ دو منٹ اور کر لیتے تمہارے بیٹھنے تک کا۔۔"

عمیر نے اپنی گاڑی کے دروازے پر ظلم ہوتے دیکھا تو پیشانی پر بل ڈالتے اسکو طنز کیا۔۔

جسکو زارا نے اپنا دوپٹہ سر پر درست کرتے اس طرح نظر انداز کیا کہ جیسے عمیر اس گاڑی میں تو کیا اس دنیا میں ہی نہ ہو۔۔

زاہد خان ان دونوں کی شرارتوں پر بس مسکرا دیئے پھر زارا کو اپنے بازو کے حلقے میں لیتے عمیر کو گاڑی آگے بڑھانے کا اشارہ کیا۔۔۔

وہ بھی منہ بناتے مگر فرمانبرداری کے سارے ریکارڈ توڑتے گردن اثبات میں ہلاتے گاڑی آگے بڑھالے گیا۔۔

پندرہ منٹ بعد عمیر نے گاڑی کنسٹرکشن کمپنی کے سامنے روکی اس کمپنی کا اصل نام K.hopes تھا۔۔

زاہد خان زارا کے سر پر بوسہ دیتے اور عمیر کو لڑائی نہ کرنے کی تاکید کرتے گاڑی سے اتر گئے۔۔

(شاید انھیں ابھی یہ تاکید زارا کو کرنی چاہیے تھی۔۔)

خیر زارا ابھی بھی گاڑی کی کھڑکی سے منہ نکالے انھیں خدا حافظ کہہ رہی تھی۔۔ کہ اسی اثنا میں ارتضیٰ کی گاڑی بھی انھی کے برابر میں آکر رکی۔۔

ارتضیٰ گاڑی سے اترتا تو بُراک بھی ادب سے اس سے دو قدم پیچھے آکر کھڑا ہو گیا البتہ وہ ارتضیٰ سے ناراض ضرور تھا۔۔ کہ وہ بغیر بتائے آفس سے کہیں چلا گیا تھا اور جب صبح پوچھا کہ کہاں گئے تھے تو بولا کہ نیند بہت آ رہی تھی اس لئے چلا گیا اور بتایا اس لیے نہیں کہ بُراک کام کرتے ہوئے ڈسٹرب نہ ہو۔۔

مطلب وہ بیچارہ پاگل تھا جو رات گئے تک کام میں جتا ہوا تھا۔۔ ہہ۔۔

"اسلام علیکم آج دیر نہیں ہو گئی آپکو آتے آتے بوڑھے انکل۔۔"

ارتضیٰ بچپن میں کبھی کبھار زاہد خان کو بوڑھے انکل بولا کرتا تھا اسنے یاد کرتے شرارت سے دوبارہ دہرایا تو زاہد خان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ البتہ زارا اسے نہایت ہی بگڑے تیوروں سے گھور رہی تھی کہ اسکے بابا کو بوڑھا کہنے کی ہمت کیسے ہوئی اس کی۔۔

وہ دندناتی ہوئی گاڑی کا دروازہ کھولتی باہر نکلی اور پھر سے گاڑی کا دروازہ زور سے ہاتھ مارتے بند کیا۔۔ کہ ایک لمحے کو عمیر کو چھوٹا سا ہارٹ اٹیک آیا۔۔ اب اسکی بھی بس تھی اپنی گاڑی پر وہ اتنا تشدد برداشت نہیں کر سکتا تھا وہ بھی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے سپاٹ اور غصیلے چہرے کہ ساتھ باہر نکلا۔۔

لیکن پھر ٹھہر گیا۔۔ اب وہ سامنے کا منظر منہ کھولے ہونقوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔۔ ارتضیٰ کا گریبان زارا کی مٹھیوں میں تھا۔۔ وہ بیچارہ بوکھلایا سا بار بار۔۔ ارے کیا ہو گیا۔۔ ارے چھوڑیں۔۔ یہ کونسے مینرز ہیں۔۔ ارے میڈم کیا مسئلہ ہے آپکے ساتھ وغیرہ وغیرہ۔۔ کہتے اپنا گریبان چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا بُراک بھی کچھ انھی ملتے جلتے الفاظوں کے ساتھ ارتضیٰ کا گریبان اس چڑیل لڑکی کی مٹھیوں کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا زاہد خان بھی زارا کو پکڑتے بار بار بیٹا کچھ نہیں ہوا۔۔ بیٹا بات تو سنو۔۔ ارے زارا کیا ہو گیا ہے

وغیرہ وغیرہ۔۔ بولتے زارا کو پیچھے کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔ اور اب تو عمیر بھی معاملات بگڑتے دیکھ کر آگے بڑھا تھا لیکن زارا کی تیز گھوری پر وہیں رک گیا۔۔

(پھر سہی کہا تھا نا۔۔؟ اصل لڑائی نہ کرنے کی تاکید زارا کو کرنی چاہیے تھی۔۔!)

آتے جاتے لوگ اب رک رک کر یہ تماشہ دیکھ رہے تھے اور کچھ تو مذاق اڑاتے ویڈیوز بھی بنانے لگے تھے انکے زرا سے فاصلے پر کھڑے اگر تین لڑکوں کی طرف دیکھا جائے تو ان میں سے ایک وڈیو بنا رہا تھا ایک تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہوڈنگ کر رہا تھا اور تیسرا ویڈیو بنانے والے کو کچھ اس طرح کے مشورے دے رہا تھا۔۔

" یارر زبردست یاہووو مزہ آگیا۔۔ سن یار اسکو انسٹاگرام پر اس طرح ڈالنا ہمیش ٹیگ۔۔ خوبصورت لڑکی نے کی ایک ہینڈ سٹم بزنس مین کی دھلائی۔۔ اور ہاں یہ۔۔ یہ اسکے گریبان کی وڈیو بھی بناؤ اس پر گانا ڈالنا دغا باز ہو تم ستم ڈھانے والے۔۔"

بیچارہ ویڈیو بنانے والا لڑکا اب اسکے مشوروں سے عاجز آگیا تھا اسی لئے اسکو گرکھا۔۔ "ابے تو چپ کر مجھے پتہ ہے کیسے ڈالنی ہے ویڈیو کیسے زیادہ ویوز آئیں گیں تو اپنی زبان بند کر اور انجوائے کرنے دے مومنٹ کو۔۔"

اب ان لڑکوں کو چھوڑ کر زرا اصل جگہ پر واپس آتے ہیں۔۔

" اچھا اوکے میں نے چھوڑ دیا لیکن بابا اسکی ہمت کیسے ہوئی آپکو بوڑھا کہنے کی آپ اسکو بوڑھے لگتے ہیں میرے بابا کو ایسے کہہ رہا ہے اپنی شکل دیکھی ہے اسنے خود ہی ہوگا بڑھا کہیں کا۔۔"

زارا پھولے سانس کے ساتھ ہاتھ نچا نچا کر کہتی بلکل کسی محلے کی لڑاکا عورت لگ رہی تھی ایک تو وہ ویسے ہی صبح سے ارحا کی جانب سے پریشان تھی اور اوپر سے اس لڑکے نے دماغ خراب کر دیا تھا کوئی ہمارے والدین کو کچھ بھی بولے اور ہم خاموشی سے سن لیں ایسا تو کبھی نہیں ہو سکتا۔۔

" بیٹا زارا یہ کیا حرکت ہے کوئی ایسا کرتا ہے کیا کسی کے ساتھ وہ سوری نہیں بولے گا آپ سوری بولیں گی اسے۔۔"

زاہد خان نے ناپسندیدگی سے زارا کو ڈپٹا البتہ ارتضیٰ خون آشام نگاہوں سے اسکو گھور رہا تھا اور ساتھ اپنی شرٹ کا کالر بھی درست کر رہا تھا۔۔ کتنے لوگوں نے دیکھا تھا یہ سب عزت کا بیڑا گر کر دیا تھا اس چھٹاک بھر کی لڑکی نے۔۔ بُراک اور کچھ گارڈز اب لوگوں کے ہجوم پر چیخ چلا کر انھیں جانے کا کہہ رہے تھے۔۔

"میں۔۔؟ کیا ہو گیا ہے بابا میں نے کیا کیا ہے میں کیوں سوری بولوں سوری تو یہ بولے گا وہ بھی آپکو آپ مجھے کیوں بیچ میں گھسیٹ رہے ہیں۔۔"

زارا صدمے کی سی کیفیت میں کہتی عمیر کو مسکراہٹ دبانے پر مجبور کر گئی تھی۔۔ اور بُراک تو بس ارتضیٰ کے پاس واپس آتا اس پٹاخہ کو دیکھ کر کانوں کو ہاتھ لگا رہا تھا۔۔ مطلب اتنی پھڈے باز وہ بھی ایک نازک سی لڑکی۔۔ توبہ۔۔

"کیوں میڈم آپ کیوں سوری نہیں بولیں گی اپنی حرکت دیکھی ہے آپنے آپ جانتی بھی ہیں کون ہوں میں دو منٹ میں آپکا حشر کر سکتا تھا لیکن۔۔ پہلی بات میں عورت کی بہت عزت کرتا ہوں اور دوسری بات آپ زاہد انکل کی اکلوتی بیٹی ہیں۔۔ اسی لئے بس میں لحاظ کر گیا۔۔ لیکن اگلی بار کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔۔"

ارتضیٰ حتمی مکان اپنے لہجے کو سخت بناتے ہوئے گویا ہوا تو بُراک نے بھی گردن اکڑائی۔۔
البتہ زاہد خان معاملہ بگڑتے دیکھ کر عمیر کو اشارہ کرنے لگے کہ وہ اپنی آفت بہن کو لیکر
جائے یہاں سے۔۔

ابھی زارا ارتضیٰ کی بات پر کوئی جوابی کاروائی کرتی اس سے پہلے ہی عمیر اسکا ہاتھ پکڑتے
اسکو گھسیٹتے ہوئے گاڑی تک لے گیا پھر گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولتے اسکو اندر پھینکنے کے انداز
میں بٹھایا۔۔

زارا۔۔ ارے چھوڑو۔۔ ارے بات کرنے دو مجھے۔۔ ارے۔۔ کہتی عمیر کے کندھے پر
اپنے ہاتھ کا چھوٹا سا مکا۔۔ نہیں بلکہ مکی مار رہی تھی۔۔

خیر عمیر کے گاڑی میں زبردستی بٹھانے کے بعد بھی زارا کے ارتضیٰ کو گھورنے میں کوئی کمی
نہیں آئی تھی۔۔

دیکھتے ہی دیکھتے عمیر جلدی سے گاڑی آگے بڑھالے گیا معاً وہ واپس گاڑی سے اتر کر کوئی
ہنگامہ شروع نہ کر دے۔۔

ارتضیٰ بھی سر جھٹکتا براک کے ساتھ کمپنی کے اندر بڑھ گیا۔۔ اور زاہد خان بس مسکراتے بے بسی سے نفی میں سر ہلاتے رہ گئے۔۔ پھر وہ بھی ایک لمبی سانس لیتے اندر کی جانب بڑھ گئے۔۔ جہاں اسلم صاحب اور ارتضیٰ انکا انتظار کر رہے تھے۔۔

"کس قسم کی جنگی خاتون تھیں یہ تو بہ ہے مطلب تھوڑے سے بھی مینرز نہیں ہیں کسی کا بھی راستے میں گریبان پکڑ کر کھڑی ہو جانا انکی نظر میں نارمل ہے۔۔ واٹ نوں سینس۔۔"

ارتضیٰ اسلم خان کے آفس میں بیٹھے دھیمی آواز میں بُراک کے کان کے پاس منہ کئے زارا کے بارے میں القابات پیش کر رہا تھا ساتھ میں بار بار اضطرابی کیفیت میں اپنے بیٹھنے کا رخ بدل رہا تھا اور بُراک سنجیدگی سے اسکی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔۔ اسلم خان اور زاہد خان کسی

فائل پر کچھ ڈسکس کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں فرقان صاحب روم میں داخل ہوئے۔۔
سب کو مشترکہ سلام کرتے وہ ارتضیٰ کے عین سامنے والے صوفے پر براجمان ہو گئے۔۔

"کیا حال ہیں بھی ارتضیٰ خان خیریت تو ہے ہر روز تم اٹھ کر ہمارے آفس آجاتے ہو کیا تمہاری کمپنی کے حالات کچھ درست نہیں چل رہے۔؟"

فرقان طنزیہ لہجے میں بولتے چائے کا کپ لبوں سے لگا گئے۔۔ انکی بات پر بُراک بھی سیدھا ہو بیٹھا البتہ آنکھوں میں صاف غصہ جھلک رہا تھا۔۔ اسلم خان بھی ہلکی آواز میں "بھائی کیا ہو گیا ہے۔۔" فرقان صاحب کو کہتے اپنی پیشانی مسل کر رہ گئے تھے اور زاہد خان تو کیا ہی بولتے سب ہی فرقان صاحب کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھے۔۔

خیر ارتضیٰ اپنے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ سجاتا بلکل ٹھنڈے اور پُر سکون لہجے میں گویا ہوا۔۔
"میرا خیال ہے مجھے آپکے کام کی نہیں بلکہ آپ لوگوں کو میرے کام کی ضرورت ہے شاید آپ بھول رہے ہیں فرقان صاحب پچھلے سال آپکی کمپنی کا کس حد تک لاس ہوا تھا اگر میں

آپ لوگوں کی مدد نہ کرتا تو اب تک آپ لوگ سڑک پر ہوتے۔۔ تو میرا خیال ہے ہمیں ایک دوسرے کو طنز کرنے کے بجائے کام میں دلچسپی دکھانی چاہیے کیوں اسلم انکل۔۔"

ارتضیٰ بھی پھر ارتضیٰ خان تھا۔۔ اب بُراک بھی پُر سکون سا ہوتے اپنی پشت چئیر پر ٹکا گیا تھا۔ اسلم خان بھی اثبات میں سر ہلاتے بس ان دونوں کو دیکھتے رہ گئے جو ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے فرق بس اتنا تھا کہ ارتضیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور فرقان صاحب کا چہرہ بالکل سپاٹ اور سرخ تھا۔ پھر وہ بھی اپنے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لاتے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

"ویسے تم فضول میں اتنا سنجیدہ ہو گئے میں بس مزاق کر رہا تھا تمہارا اپنا آفس ہے جب چاہے آ جاؤ تمہاری مرضی۔۔ ڈونٹ مائنڈ۔۔ خیر ابھی میں چلتا ہوں مجھے دو تین کام ہیں پھر ملتے ہیں۔۔"

فرقان صاحب کہتے ارتضیٰ کا کندھا تھپتھپاتے روم سے باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔ البتہ اب انکا چہرہ آگ برسا رہا تھا اتنی بے عزتی پر دل چاہ رہا تھا ارتضیٰ کا گلا دبا دیں۔۔

۔ (خیر ابھی جلدی نہیں کرنی۔۔ ایک ایک کر کے سب سے حساب لوں گا۔۔ سب سے۔۔!)

پیچھے ارتضیٰ مسکراتا اسلم خان اور زاہد خان کی جانب متوجہ ہو گیا جو اسے حسن کے نکاح کا فنکشن آگے بڑھ جانے کی وجہ بتا رہے تھے۔۔ مدعا یقیناً ارحا کا ایکسیڈینٹ تھا۔۔

نوح ارحا کے روم میں بیٹھے اسکا نازک سا ڈرپ لگا اور کئی جگہ زخموں کے نشانات سے بھرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے بیٹھے تھے۔۔ اسکا معصوم اور زخمی سا چہرہ دیکھتے نہ چاہتے ہوئے بھی آنکھیں بار بار دھندلا رہیں تھیں جنہیں وہ وقفے وقفے سے صاف کر رہے تھے۔۔

اس وقت سب سے زیادہ تکلیف میں وہی تھے۔۔ کیونکہ ارحا کی کنڈیشن کے بابت اصل حقیقت ڈاکٹر نے صرف انھی کو بتائی تھی۔۔

وہ سوچتے بار بار تکلیف سے آنکھیں بند کر رہے تھے۔۔ پھر کبھی ارحا کے سیاہ بالوں پر محبت سے ہاتھ پھیرتے تو کبھی اسکے ہاتھوں پر لب رکھتے۔۔

ڈاکٹر کے الفاظ اب تک انکی سماعتوں میں بازگشت کر رہے تھے۔۔ جو نہایت اذیت ناک تھے۔۔

(شتی از فائِ نوح سر بٹ پوری طرح ریکور نہیں کر سکیں ہیں وہ۔۔ کبھی بھی کوئی بھی خطرے کی بات ہو سکتی ہے انکے ساتھ۔۔ اور میں نے اندازاً کہا تھا کہ انھیں دو سے تین دن میں ہوش آجائے گا یا یوں کہیں کہ آپکے گھر والوں کو تسلی دینے کے لیے کہا تھا۔۔ لیکن دیکھیں حقیقت جو ہے اس سے میں پیشنٹ کی فیملی کو بے خبر نہیں رکھ سکتا اس لئے میں نے صرف آپکو بتانا بہتر سمجھا۔۔

انکے سر پر بہت بری طرح چوٹ آئی ہے ہم نہیں بتا سکتے کہ انکو کب ہوش آئے گا۔۔ کچھ دن لگ سکتے ہیں کچھ مہینے بھی لگ سکتے ہیں کچھ سال بھی لگ سکتے ہیں یا یوں بھی ہو سکتا ہے کہ انکو کبھی ہوش آئے ہی نہ میں آپ کو جھوٹی امید دینا نہیں چاہتا اس لئے جو حقیقت تھی

میں نے آپکے سامنے پوری کی پوری کھول دی ہے اور حقیقتیں اکثر کڑوی ہوتی ہیں۔۔ اور میں جانتا ہوں کہ ایک باپ کا اپنی اولاد کے بارے میں ایسا سنا کتنا بڑا عذاب ہے میں خود بھی ایک باپ ہوں اور سمجھ سکتا ہوں۔۔ بہر حال جب تک انھیں ہوش نہیں آ جاتا وہ بس ایک زندہ لاش کی مانند ہیں۔۔ مختصر یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ قومہ میں ہیں۔۔!

اب انکی برداشت سے باہر تھا یہ سب وہ ارحا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بری طرح رونے لگے تھے۔۔ کبھی اسے پیار کرتے کبھی اسکے سامنے ہاتھ جوڑتے کبھی اسکی منتیں کرتے۔۔ کہ ایک بار بس ایک بار ہوش میں آجائے تو وہ اسے پھر کچھ نہیں ہونے دیں گے۔۔ واقعی وہ اس وقت ترس کھائے جانے کے قابل تھے۔۔

"تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں۔۔" (التغابن: 15)

(انسان کو آزمائے جانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔۔)

~~~~~

پولیس کی گاڑیوں کے سائرن زور و شور سے بج رہے تھے کہ سر میں درد ہونے لگا تھا۔۔۔ اس گھر اور فلیٹ کے باہر کچھ وقت کے لئے لوگوں کا آنا جانا ممنوع کر دیا گیا تھا ہر جگہ ایک افرا تفریح سی مچی ہوئی تھی۔۔ نیوز چینلز پر بھی وہاں سا مچ گیا تھا کہ رات کے اندھیرے میں دو لڑکیوں کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا ہے۔۔ قاتل فرار۔۔!

لڑکیوں کے گھر والوں کو بلا کر انکی مٹی اٹھا دی گئی تھی لیکن انکا چہرہ یا جسم کا کوئی بھی حصہ کسی کو بھی نہ دکھایا گیا تھا کہ دکھانے کے قابل نہ تھا۔ انکے ماں باپ بلک بلک کر رو رہے تھے گھر کے مالک یعنی ایک مقتول لڑکی کے والد سے معلوم کرنے پر پتا چلا تھا کہ وہ کسی رشتے دار کے گھر شہر سے باہر گئے ہوئے تھے اور فلیٹ کے مالک دوسری لڑکی کے والد سے

معلوم کرنے پر پتہ چلا تھا کہ لڑکی کی پھپھو کی طبیعت کچھ ناساز تھی تو وہ انکی طرف گئے ہوئے تھے اور لڑکی گھر پر اکیلی تھی۔۔ ہاں ایک بات مشترکہ تھی کہ دونوں لڑکیوں کہ کوئی بہن یا بھائی نہیں تھے دونوں اکلوتی تھیں۔۔ اور وہ بھی انکے ماں باپ سے اتنی بے دردی سے چھین لی گئیں تھیں۔۔ سوچ کر ہی دل دہل جائیں۔۔۔

پولیس کو ہلا دینے والی حقیقت یہ تھی کہ اس فلیٹ میں بھی اور اس گھر میں بھی ایک وقت میں ایک کام ایک ہی شخص کیسے کر گیا۔۔ چند منٹوں کی دوری پر ہی تو دونوں لڑکیاں قتل ہوئی ہیں۔۔ لیکن اس گھر اور اس فلیٹ کے درمیان اچھا لمبا فاصلہ تھا۔۔ مقتول لڑکیوں کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم کرنے کے بعد بھی کچھ صحیح طرح معلوم نہ ہو سکا تھا۔۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ کہیں کوئی فنکر پرنس یا کوئی ثبوت بھی باقی نہیں تھے۔۔

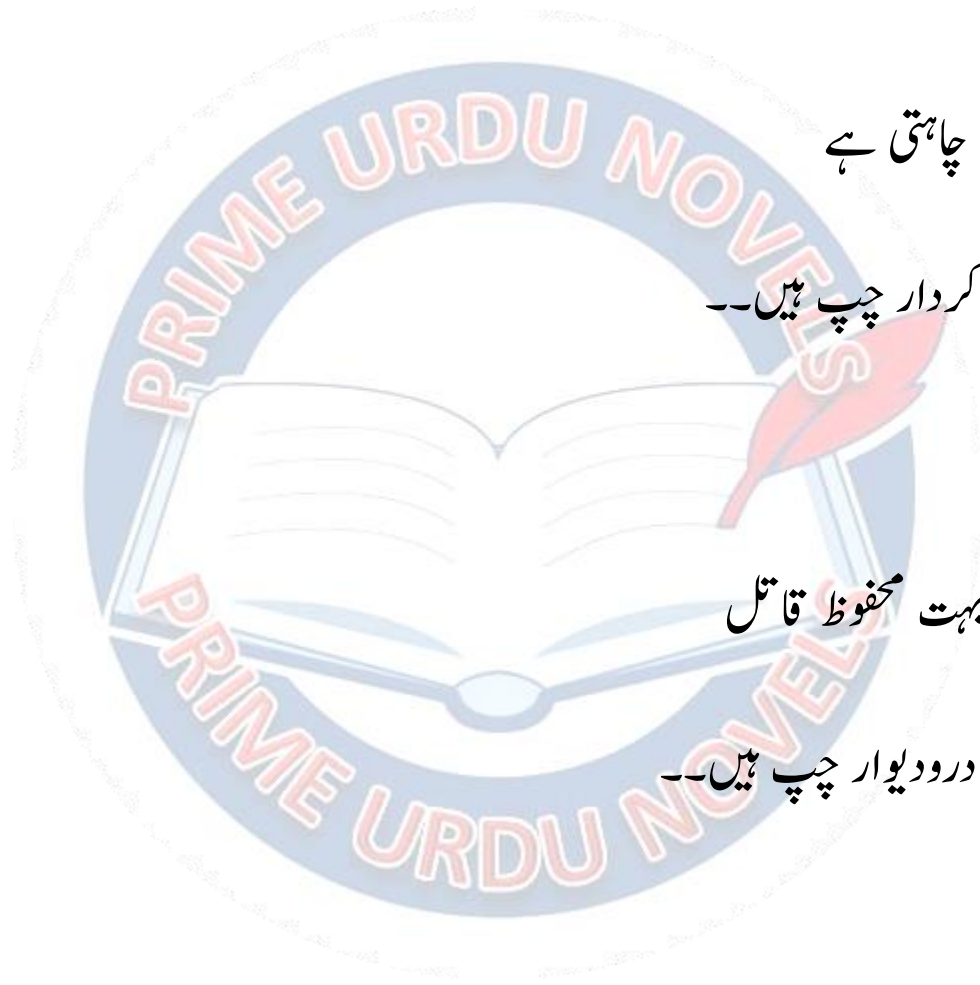
صرف وہ مرجھائے ہوئے سیاہ گلاب ہی تو تھے جو مقتول لڑکیوں کی گردنوں سے برآمد ہوئے تھے۔۔ ایسا ہی ایک کیس کچھ سال قبل اسلام آباد میں ہوا تھا اس کے کچھ قبل تین کیس لاہور میں اور سب سے پہلا جو اس طرح کا کیس معلومات میں آیا تھا وہ دس سال پہلے کراچی میں واقع ہوا تھا۔۔ قاتل کبھی سیاہ گلاب تو کبھی لال گلاب سے صرف عورتوں کا ہی قتل کیا کرتا تھا۔۔ اور دس سال سے لے کر آج تک پولیس کے ہاتھ نا لگ سکا تھا۔۔

اس کیس پر بھی پولیس کافی مایوس سی نظر آ رہی تھی کہ واپس سے اس قاتل کو پکڑنے کے آڈرز جاری ہونگے اور پھر دن رات کی محنت کے بعد بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

( لیکن یہ نہ ممکن ہے کہ کچھ بھی باقی نہ رہا ہو کوئی ثبوت نا رہا ہو۔ گناہ چاہے کتنی ہی صفائی سے کیوں ناکئے گئے ہوں کہیں نا کہیں وہ اپنی چھاپ چھوڑتے ضرور ہیں۔ گناہ ہمیشہ کے لیے چھپا نہیں کرتے وہ گناہ ہوتے ہیں اور سامنے آتے ہیں۔ کسی نا کسی راستے سے ضرور اپنی جھلک دکھاتے ہیں۔ ہاں کچھ لوگوں کے گناہوں پر اللہ پردہ ڈال دیا کرتا ہے کہ انھیں رسوا ہونے سے بچا لیتا ہے جو توبہ کر لیتے ہیں۔ پھر اللہ انھیں ذلیل ہونے سے بچا لیتا ہے۔۔

القرآن:- "اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" "سورت الاحزاب آیت 5۔۔

لیکن جن گناہوں کو سامنے آنا ہوتا ہے جتنی توبہ نہیں کی گئی ہوتی جن کو جاری رکھا گیا ہوتا ہے انکے کوئی نا کوئی ثبوت ضرور باقی رہ جایا کرتے ہیں۔ کوئی چھوٹا سا نشان کوئی چھوٹا سا سراغ کوئی چھوٹی سی کڑی یا پھر کوئی عینی شاہد۔۔!)



(کہانی کچھ بتانا چاہتی ہے

مگر اسکے سبھی کردار چپ ہیں۔۔

ابھی تک ہے بہت محفوظ قاتل

کہ مقتول کے درودیوار چپ ہیں۔۔

وہی موسم وہی زنجیرِ شب ہے

مگر یہ لوگ کیوں اس بار چپ ہیں۔۔!)

اپنے آفس روم میں بیٹھے ارتضیٰ نے غصے سے رموٹ اٹھاتے ٹی وی سکرین پر دے مارا تھا جہاں وہی سب نیوز چل رہی تھیں اب اس سے آگے وہ مزید برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے جڑے بھیج گئے تھے آنکھوں میں جیسے خون سا اتر رہا تھا۔

"براک، بُرا کلکک۔"

سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اس نے بُراک کو اتنی زور سے آوازیں دیں کہ وہ بیچارہ جو کسی ورکر کو کچھ سمجھا رہا تھا اندھا دھند ارتضیٰ کے روم میں پہنچا۔

پھر ہانپتے ہانپتے ارتضیٰ سے استفسار کیا۔

"جی سر کیا ہوا سب ٹھیک تو ہے۔۔"

ارتضیٰ اسے سپاٹ آنکھوں کے ساتھ گھور رہا تھا۔ ہیش گرے آنکھیں اس وقت بہت ہی وحشت زدہ لگ رہیں تھیں۔۔ بُراک کو اچانک اس سے خوف سا محسوس ہوا تھا۔۔ روم کے باہر بھی تقریباً ورکرز کا جھنڈ لگ گیا تھا۔۔ وہ سب بھی اندر جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔

ارتضیٰ دروازے کی طرف بڑھا دروازہ کھولتے ہی ایک ورکر اسکے اوپر گرتے گرتے بچا۔۔ ارتضیٰ اسے خون آشام نگاہوں سے گھور رہا تھا اور باقی سب پر بھی قہر بھری نظریں ڈال رہا تھا بُراک پیچھے سے گردن پر انگھوٹا پھیرتے سب کو جانے کا اشارہ کر رہا تھا کہ اگر نہیں گئے تو سب کی موت پکی ہے۔۔۔ وہ بیچارہ ورکر تھوک نگلتے ارتضیٰ کی جانب دیکھنے لگا سب سے آگے تو وہی کھڑا تھا۔۔

"گیٹ لو سٹٹ۔۔"

ارتضیٰ اتنی زور سے دھاڑا کہ سب اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر ادھر ادھر بھاگے کانوں سے جیسے خون نکلنے کو تھا۔۔۔

اب ارتضیٰ مڑا تھا۔ تھوک نگلنے کی باری بُراک کی تھی۔ اسکو اچانک سے اپنے سامنے موت کا فرشتہ نظر آنے لگا تھا۔

"میں نے تمہیں ایک نمبر دیا تھا کہا تھا کہ اسے جلدی پاکستان بلاؤ کہاں ہے وہ۔۔ اب تک کیوں نہیں پہنچا۔"

ارتضیٰ دانت پیس پیس کر کہتے بُراک کو دن میں تارے دکھا گیا تھا۔

"وہ۔۔ وہ۔۔ سر۔۔ م۔۔ میں۔۔ ن۔۔ نے۔۔"

"کیا میں نے ہاں کیا میں نے مجھے صاف الفاظ میں بتاؤ بیکار کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔۔"

بُراک کے بے ربط جملوں پر ارتضیٰ اسکا گریبان پکڑ کر دھاڑا تو بُراک سے کھڑا رہنا مشکل ہو گیا۔ وہ واقعی خوف زدہ کر دینے کی حد تک غصے سے سرخ پڑ رہا تھا۔

"سر میں نے بہہ۔ بہت۔۔ کوشش کی لیکن وہ۔ وہ ہ بلکل بھی فون نہیں اٹھا۔"

"ڈیم اٹ۔۔!"

بُراک کا جملا مکمل ہونے سے پہلے ہی ارتضیٰ نے اسکا گریبان جھٹکے سے چھوڑتے اپنی پیشانی مسلی بُراک بیچارہ پیچھے ٹیبل پر گرتے گرتے بچا۔۔ پھر تھوک نگلتے بمشکل گویا ہوا۔۔

"سر میں نے سچ میں بہت کالز کیں لیکن کوئی جواب نہیں ملا میں دوبارہ ٹرائی کر لیتا ہوں۔۔"

خاموشی۔۔

"سر کوئی پریشانی ہے تو آپ مجھ سے ڈسکس کر سکتے ہیں کیا پتا کوئی حل نکل آئے۔۔"

ہنوز خاموشی۔۔

بُراک نے زرا سا آگے بڑھ کر دیکھا تو وہ دنگ رہ گیا ارتضیٰ کی آنکھوں سے آنسوؤں رواں تھے۔۔ وہ جو کبھی نہ رونے والا بندہ کہ قیامت ہی کیوں نہ آجائے آج بُراک کے سامنے خاموشی سے آنسوؤں بہا رہا تھا بُراک اسکے سامنے آکر کھڑا ہوا اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا کرے ابھی اسنے کچھ بولنے کے لئے کچھ کہنے کے لئے کچھ پوچھنے کے لئے لب وا کئے ہی تھے کہ ارتضیٰ خاموشی سے اسکے سینے سے آگیا۔۔ یہ ایک اور جھٹکا تھا بُراک کے لئے۔۔

پھر چند لمحے یونہی خاموشی سے گزر گئے ارتضیٰ اسکے سینے سے لگا پیشانی اسکے کاندھے پر رکھے کھڑا رہا اور بُراک محبت سے کسی ہمدرد کی طرح کسی اپنے کی طرح اسکی کمر سہلاتا رہا ارتضیٰ کو لگا بہت برسوں بعد اسے کسی اپنے کا کاندھا ملا ہے۔۔

پھر وہ اپنی آنکھیں صاف کرتے بُراک سے دو قدم پیچھے ہٹا اسکی آنکھیں ناک گال سب سرخ ہو رہے تھے بالکل کسی بچے کی طرح جو رونے کے بعد سرخ ٹماٹر ہو جاتا ہے۔۔ بُراک کو اچانک سے اس پر بہت پیار آیا تھا وہ اتنا بڑا بزنس مین ہمیشہ سنجیدہ سپاٹ رہنے والا آج واقعی بہت معصوم پیارا چھوٹا سا بچہ لگ رہا تھا۔۔ نہ چاہتے ہوئے بھی بُراک کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔۔ جسکو دیکھ کر ارتضیٰ بھی ہلکا سا مسکرا دیا۔۔

یہ بھی ایک بڑا جھٹکا تھا بُراک کے لئے۔۔

"پیارا لگ رہا ہوں نا ایسے..؟"

ارتضیٰ کے سوال پر پہلے تو بُراک منہ کھولے اسے دیکھنے لگا لیکن پھر ہنستے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی۔۔

" سچ میں بہت۔۔ بہت زیادہ کیوٹ لگ رہے ہیں سر۔۔ میں مزاق نہیں اڑا رہا مجھے سچ میں آپ پر بہت پیار آ رہا ہے۔۔ "

بُراک کے رد عمل پر ارتضیٰ اسے خاموشی سے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ تکتے لگا یوں جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔۔ البتہ پلکیں اب تک نم تھیں۔۔ پھر وہ جاکر صوفے پر بیٹھ گیا بُراک کو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔ تو وہ بھی چلتا ہوا اس سے زرا فاصلے پر براجمان ہو گیا۔۔

" جانتے ہو میری مام بھی یہی کہتیں تھیں کہ میں رونے کے بعد بہت کیوٹ لگتا ہوں۔۔ تمہیں معلوم ہے میں بہت کم رویا کرتا تھا بچپن سے ہی میں ہر چیز کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا بس کبھی کبھی کسی بات پر چڑا چڑا ہو کر رو جایا کرتا تھا تو میری مام مجھے پیار کر کے میری تصویریں لیا کرتیں تھیں۔۔ "

بُراک اسے سانس روکے سن رہا تھا اور ارتضیٰ کسی غیر مرئی نکتے کو تکتے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دھیمی آواز میں بولتا جا رہا تھا۔۔ ماحول میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ سمجھ نہیں آ رہا تھا خوش ہونا ہے یا اداس۔۔

"اور جب بالکل نہیں رویا کرتا تھا کافی کافی وقت ہو جاتا تو میری مام مجھے مصنوعی غصے سے مار کر جان کر رولاتی تھیں پھر خاموش بھی خود کراتی تھیں اور پھر مجھے دیکھ کر ماشاء اللہ بولتی رہتیں کہ رونے کے بعد بہت حسین لگتا تھا انھیں انکا شہزادہ۔۔"

آخر میں بولتے بولتے اسکی آواز ہلکی سی بھرا گئی تھی آنکھوں کے کونے ہلکے سے نم ہوئے تھے جنھیں وہ سرعت سے چھپا گیا۔۔

"سر ایک سوال پوچھوں۔۔"

"ہمم۔۔"

ارتضیٰ نے ہنوز سامنے دیکھتے ہوئے بُراک کو بولنے کا اشارہ کیا۔۔

"وہ سر آپ نے جس کا نمبر مجھے دیا تھا آپکا اس سے کیا رشتہ ہے۔۔ کوئی بہت خاص ہے کیا وہ آپ کے لئے۔۔؟"

ارتضیٰ نے گردن موڑ کر اسکی جانب دیکھا تھا۔۔ پھر کچھ سوچتے آہستہ سے نفی میں سر ہلا دیا  
نگاہیں البتہ کسی سوچ میں ڈوبی بُراک کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔۔۔

"خاص تو نہیں مطلب وہ میرا دوست ہے اکثر میرے مشکل وقتوں میں کام آیا ہے تو تھوڑا  
تو خاص ہے لیکن میرا کوئی خونی رشتہ نہیں ہے اس سے۔۔"

ارتضیٰ کے جواب پر بُراک نے لبوں کو گولائی میں کرتے سمجھنے کے انداز میں آہستہ سے اوو  
کیا پھر آگے بولنے کے لئے لب کھولے۔۔ البتہ دل میں ضرور سوچا کے کیسا جاہل دوست  
ہے ارتضیٰ کا۔۔ ایک میں بھی تو ہوں کتنا اچھا ہوں۔۔ دل تو کر رہا ہے وہ سامنے آئے اور  
اسکی منڈی توڑ دوں۔۔ فون نہیں اٹھاتا سالا۔۔

"تو پھر آپ اسکے فون نہ اٹھانے سے اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہیں میں نے پورے پندرہ  
سال میں آپکو کبھی روتے نہیں دیکھا بڑی سی بڑی بات پر بھی نہیں آخر وہ کون ہے۔۔ جس  
کے لئے آپ اس طرح سے بیچو کر رہے تھے۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا دماغ گھوم رہا ہے  
اب۔۔"

بُراک کے ہاتھ چلا چلا کر الجھتے ہوئے تفصیلی سوال پوچھنے پر پہلے تو ارتضیٰ اسے سنجیدگی سے دیکھتا رہا پھر اپنے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرتا اسکی جانب پورا گھوما اور اپنا ایک ہاتھ اسکے کاندھے پر رکھا۔۔

اور پھر کچھ لمحوں بعد ارتضیٰ کا ایک جاندار قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔

"ہاہا۔۔ تمہ۔۔ تمہیں سچ میں یہ لگ رہا ہے کہ میرے یہ قیمتی آنسو اس لفنگے کے لئے تھے۔۔ ہاہا۔۔ یار بُراک تم اتنے بیوقوف کیوں ہو۔۔ یار ر مجھے تو تم پر اب افسوس ہو رہا ہے بلکہ تمہاری یہ بند عقل پر۔۔ ہاہا۔۔"

ارتضیٰ کے قہقہوں کی آوازیں اسکے روم سے باہر بھی جا رہیں تھیں اور ورکرز حیرت میں ڈوبے بُراک پر آفرین کہتے اپنے کام کر رہے تھے کہ جو بندہ ابھی غصے سے کھول رہا تھا بُراک نے اسے اس طرح ہنسنے پر مجبور کر دیا۔۔ بھئی واہ واہ۔۔!

اور بُراک اسے ہنستا اور خود کا مذاق اڑاتا دیکھ کر کلس کر رہ گیا۔۔

"تو پھر کیوں یہ سب ڈرامے کر رہے تھے تم ار ترضیٰ خان میرے صبر کا امتحان نہیں لو تم  
-- اس وقت تم میرے باس نہیں ہوو۔۔ میں بتا رہا ہوں تمہارا لحاظ نہیں کروں گا۔"

بُراک ار ترضیٰ کو مسلسل ہنستا دیکھ کر عاجز آتے گویا ہوا۔

ار ترضیٰ اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے بمشکل اپنی ہنسی کا گلا گھونٹتے اسکی جانب متوجہ ہوا۔

"بیوقوف انسان مجھے اسکی ایک کام میں ضرورت ہے مدد چاہیے اسکی اور جلد از جلد چاہیے  
اس لئے تم سے پوچھ رہا تھا کہ اسنے کال اٹھائی کہ نہیں۔۔۔ مگر میرے رونے کا اس سے  
کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور تم تو جانتے ہو میں روتا نہیں ہوں میں بہت مضبوط ہوں۔۔ مگر  
ابھی میں کیوں رویا یہ میں تمہیں تا قیامت تک نہیں بتاؤں گا۔ اب دفع ہو جاؤ یہاں سے  
اور جب وہ فون اٹھا لے بلکہ نہیں جب وہ پاکستان آ جائے جب میرے سامنے تم اپنی شکل  
لانا اس کے سمیت اور ہاں میں تمہارا باس ہی ہوں اس وقت آج کے بعد بالکل تمیز سے  
پیش آنا سمجھے۔۔۔"

ارتضیٰ اپنا مصنوعی دامن جھاڑتے بُراک کو سنجیدگی سے ساری ہدایت دیتا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی پاؤں چیر پر جا بیٹھا اب وہ پھر وہی سنجیدہ اور ایک بزنس مین ارتضیٰ خان لگ رہا تھا۔  
 پرفیکٹ۔۔!

بُراک اسکو غصے سے گھورتا اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے جاتے زور سے دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا ارتضیٰ اسکے جاتے ہی دھیمسا مسکرا دیا تھا۔  
 پھر اپنی پاؤں چیر سے پشت ٹکاتے ٹوٹے ہوئے ٹی وی کی جانب دیکھنے لگا۔

وہ کیا بتاتا کہ وہ کیوں رویا تھا۔ اپنی ماں کے لئے؟۔۔ وہ ماں جسکی قبر تک کا اسکو معلوم نہیں تھا۔ بلکہ کیا اسے دفنایا بھی گیا تھا کہ نہیں۔؟ اسکو کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ بس بے بسی سے گہری سانس لیتے اپنے حلق میں پھنستے کانٹوں کو نگلتے پانی کا گلاس منہ سے لگا گیا۔

(بڑا آیا میرا مزاق اڑانے والا پتہ نہیں کیا سمجھتا ہے خود کو میں انسان نہیں ہوں کیا میں کیا کروں آخر اگر وہ گدھے کا بچا فون نہیں اٹھاتا ملک سے باہر جاکر لے کر آؤں کیا اسکو۔۔ عجیب قسم کے لوگ ہیں سارے۔۔)

بُراک دل ہی دل میں بولتے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اپنے روم میں جا بیٹھا اور پھر دوبارہ موبائل فون اٹھاتے کال ملانے لگا۔۔۔

بیچارہ۔۔!

مرحاناشہ کرتی اٹھ کھڑی ہوئی اور ازائیل کو ارحا کے روم میں چھوڑتی سر پر دوپٹہ ٹھیک کرتی باہر لان میں آگئی تھی جہاں نورے اور نوح پہلے سے اسکا انتظار کر رہے تھے۔۔۔

مرحانے دیکھا نوح کو۔۔ وہ ایک دن میں ہی بہت کمزور سے لگ رہے تھے بہت تھکے ہوئے۔۔

یوں جیسے بہت سا بوجھ اکیلے اٹھا رکھا ہو۔۔ اس کے دماغ میں اچانک سے ڈاکٹر کے وہ سارے الفاظ گونجنے لگے تھے جو وہ ارحا کی کنڈیشن کے بابت نوح کو بتا رہے تھے اور مرحا نے دروازے کے پار کھڑے ہو کر سن لئے تھے۔۔ اذیت سی اذیت تھی۔۔ اسے اچانک سے سانس لینے میں دشواری سی ہوئی تھی اسنے لمبے لمبے سانس اپنے اندر کھینچتے خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے ماں باپ کو اپنی وجہ سے اور پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھتی آگے کی جانب بڑھ گئی نورے اور نوح دونوں نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔۔ آج زیادہ پیار آ رہا تھا انھیں اپنی بیٹی پر ایک بیٹی تو اتنی تکلیف میں تھی دوسری کو وہ اذیت میں بالکل نہیں دیکھ سکتے تھے۔۔۔

مرحانوح کی جانب مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ دیکھ رہی تھی وہ کچھ نہیں بتا رہے تھے کسی کو۔۔ اتنا بڑا سچ اپنے کاندھوں پر اکیلے اٹھا رکھا تھا۔۔ وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو چھپانے کی خاطر آگے گاڑی کی جانب بڑھ گئی اس کے پیچھے ہی نورے اور نوح بھی آ گئے۔۔

اور کچھ ہی دیر میں انکی گاڑی گھر کی حدود سے باہر نکلتی ہاسپٹل کی جانب رواں دواں تھی

---

~~~~~

عمیر زارا کو اسلم ولا چھوڑتے کچھ دیر میں آجانے کا کہتے اپنے ایک دوست کے ساتھ تھانوں کے چکر کاٹ رہا تھا۔ اسنے نوح سے اجازت لے لی تھی اور اب وہ اس سرخ گاڑی کے مالک کے خلاف ایف آئی آر کٹوانے کے لئے ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا۔

خیر اللہ اللہ کرتے جب ایف آئی آر کٹ گئی تو وہ اپنے دوست کو شکریہ اور خدا حافظ کہتا خود بھی اسلم ولا جانے کا ارادہ کرتے گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔ ایک لمحے کو دل کیا کہ ہسپتال جا کر اسے دیکھ لے پتا نہیں ہوش آیا ہوگا کہ نہیں اسے۔۔ اب کیسی طبعیت ہوگی۔۔

لیکن وہ نہیں جا سکتا تھا۔ ہمیشہ والا مسئلہ آڑے آ رہا تھا اسکا اس سے کوئی بھی رشتہ نہیں ہے۔۔۔!

سر جھٹکتا وہ گاڑی سٹارٹ کرتا آگے بڑھالے گیا۔۔

آدھے گھنٹے میں وہ اسلم ولا کے اندر پہنچا تو لاؤنچ میں حوریہ زارا حسن اور بی بیٹھے باتوں میں مصروف تھے بی حسن کے ہزار بار مزاحمت کرنے کے باوجود بھی رگڑ رگڑ کر اس کے بالوں میں تیل کی مالش کر رہی تھیں کہ اتنے وقت بعد انکا لاڈو بچہ آیا تھا اب اسکی خدمت کرنا تو لازم ہے۔۔

اور حوریہ بار بار شکر کر رہی تھی اور ساتھ حسن کو چڑا رہی تھی کہ اسکے آنے سے پہلے تک بی حوریہ کے سر پر روز تیل لگاتی تھیں مگر اب حسن قربانی کا بکرا تھا۔۔۔

عمیر ان سب کو مشترکہ سلام کرتے مسکراتے ہوئے نیچے کشنز پر زارا سے چپک کر بیٹھ گیا۔۔

اور زارا تلملاتی ہوئی اسکو دھکا دینے لگ گئی کہ وہ ناراض تھی اس سے۔۔ عمیر اسکو گھسیٹ کر لے آیا تھا ورنہ وہ ارتضیٰ کو مزہ چکھا دیتی۔۔۔ جب سے وہ ادھر آئی تھی سب کو اپنے ساتھ ہونے والے واقعے کا بتا بتا کر پکا رہی تھی۔۔ مگر حوریہ بڑے غور سے آنکھیں کھول کھول کر اسکی باتیں سن رہی تھیں اور ساتھ ساتھ کو منٹس بھی جاری تھے کہ تمہیں ایسا بولنا چاہیے تھا اسے۔۔ تمہیں ویسا بولنا چاہیے تھا اسے۔۔

"بیٹا ماریا کو دیکھا ہے تم لوگوں نے صبح ناشتے پر بھی نہیں آئی تھی اور نہ ہی گھر میں کہیں دکھ رہی ہے یونیورسٹی بھی نہیں گئی وہ۔۔۔ تم لوگوں کے ساتھ تو کبھی چھٹی نہیں کرتی وہ یونیورسٹی کی۔۔"

بی حسن کے سر کی مالش مکمل کرتیں تیل اٹھاتے کھڑی ہو گئیں اور متفکر سی ہوتیں ان سب سے استفسار کرنے لگیں۔۔

سب نے کندھے اچکا دیئے مگر پھر انکے مڑنے سے پہلے حسن گویا ہوا۔۔۔

"بی وہ صبح کچن میں نظر آئی تھی مجھے میں نے اس سے کچھ باتیں بھی کیں تھیں اسکی طبیعت مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی شاید اسی وجہ سے اپنے کمرے میں ہی ہو۔۔"

حسن انکو بتاتا عمیر کی جانب متوجہ ہو گیا بی بھی اثبات میں سر ہلاتی کچن میں تیل رکھتے ماریا کے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔۔

ابھی بی اسکے کمرے کا دروازہ ناک کرتیں کہ زوبیہ بیگم کی آواز پر رک کر پیچھے دیکھا۔۔

"کیا ہوا کوئی کام تھا آپکو ماریا سے۔۔"

"نہیں کام تو نہیں تھا مجھے وہ صبح سے بچی نے کچھ کھایا پیا نہیں میں نے سوچا اسکی طبیعت کے بابت پوچھ لوں اور کچھ کھانے کا بولے گی تو بنا کر دے دوں گی۔"

بی کے جواب پر زوبیہ بیگم اثبات میں سر ہلاتی ماریا کے کمرے دروازہ ناک کرنے لگیں۔

ایک بار دو بار تین بار۔

جواب ندارد۔!

جب کوئی آواز نہیں آئی تو وہ دروازے کا ناب گھماتی اندر داخل ہو گئیں۔ سامنے بیڈ پر ماریا کو بے سدھ سا بیہوش پڑا دیکھ کر انکی چیخ بے ساختہ تھی بی اور زوبیہ بیگم بھاگتی ہوئی ماریا کی جانب بڑھیں انکی چیخنے کی آواز پر باقی سب بھی اسی کمرے میں آگئے تھے۔ بی تو یہ سوچتے ہی رونے لگ گئیں کہ کیا وہ بچی صبح سے ایسے بے ہوش پڑی تھی اور سب نے اب دیکھا ہے اسے۔

زوبیہ اور آسیہ بیگم بار بار ماریا کا ٹھنڈا پڑا ہاتھ سہلا رہیں تھیں اسکا چہرہ تھپتھپا رہیں تھیں اسکو آوازیں دے رہیں تھیں۔ حسن اور عمیر جلدی سے آگے آئے تھے بی بھی پریشان سی ہوتی پانی لینے کچن کی جانب بھاگیں تھیں۔ زارا اور حوریہ کونے میں کھڑی سہمی سی لگ

رہیں تھیں ابھی تو ارحاکا حادثہ دماغ سے نکلا نہیں تھا اب یہ ایک اور۔۔ عمیر نے ماریا کی نمس چیک کی تھی اور پھر ماریا کا ہاتھ اسکے ہاتھ سے چھوٹا واپس بیڈ پر جا گرا۔۔ عمیر کے ساتھ سب کا چہرہ سفید پڑتا جا رہا تھا ویسے ہی گھر میں بہت مسائل تھے اور اب جوان موت برداشت کرنے کی ہمت بالکل نہیں تھی۔۔

اب اور انتظار کرنا بے کار تھا حسن نے ماریا کو جلدی سے بازوؤں میں اٹھایا اور باہر گاڑی کی جانب بھاگا آسیہ بیگم زوبیہ بیگم کو سنبھالتی حوصلہ دیتیں ساتھ لیتے ہانپتی ہوئی حسن کے پیچھے پیچھے بھاگ رہیں تھیں۔۔ جلدی سے ماریا کو گاڑی میں لیٹاتے حسن نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی زوبیہ بیگم آسیہ بیگم اور عمیر بھی گاڑی میں آ بیٹھے تھے جب تک زارا اور حوریہ بھاگتے نیچے کی جانب آئیں گاڑی گھر کی حدود سے نکل چکی تھی۔۔ پھر وہ دونوں بھی خیریت کی دعا کرتیں گھر کے اندر چل دیں۔۔

~~~~~

نوح کی گاڑی ہسپتال کے باہر رکی تو مرحا بے چین سی گاڑی سے نیچے اتری نورے بھی اسکے پیچھے ہی آئیں تھیں نوح ارحا کا روم نمبر ان دونوں کو بتا کر گاڑی پارک کرنے کا کہتے آگے بڑھ گئے اور مرحا اور نورے اندر کی جانب بڑھ گئیں نورے پُر سکون تھیں وہ حقیقت سے بے خبر تھیں لیکن مرحا کا تو جیسے ایک ایک قدم بھاری ہو رہا تھا سانس لینے میں جیسے دشواری سی ہو رہی تھی خود پر اور اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھتی وہ ارحا کے روم کی جانب قدم بڑھاتی رہی پھر روم نمبر 51 کے آگے رک گئی۔

"ماما صرف ایک بندے کو ہی ایک بار جانے کی اجازت ہے آپ ادھر ہی تھوڑی دیر ویٹ کر لیں پلیز پہلے میں ملنا چاہتی ہوں۔"

مرحا نورے کو سامنے لگی بیچ کی جانب اشارہ کرتی منت بھرے لہجے میں بولی تو نورے بھی مسکراتی اثبات میں سر ہلاتی بیچ کی جانب بڑھ گئیں۔ ابھی مرحا روم کا دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ ناب کی جانب لے کر گئی ہی تھی کہ وہاں سے ایک ڈاکٹر اور دو نرسز باہر نکلی مرحا نے چونک کر دو قدم ان سے پیچھے کی جانب لئے روم سے نکلتے ڈاکٹر کو دیکھتے نورے بھی

پریشانی سے انکی جانب بڑھیں۔۔ ابھی مرزا ان سے کچھ پوچھتی اس سے پہلے ہی ڈاکٹر نے اس سے استفسار کیا۔۔

"اس روم کی پیشینٹ کے ساتھ آپ لوگ تھے۔۔؟"

ڈاکٹر کے استفسار پر مرزا نے کسی خوف کے زیر اثر اثبات میں سر ہلایا البتہ ہاتھ پیر جیسے پھولنے لگے تھے نورے بھی پریشان سی دو تین بار اثبات میں سر ہلانے لگیں یوں جیسے وہ بے چین ہوں ڈاکٹر کے اگلے الفاظ سننے کے لئے مگر اچھے الفاظ۔۔!

"مجھے آپ سے بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ وہ حادثہ کی بدولت کافی حد تک زخمی ہوئی تھی باقی زخموں کو تو ہم کور کر لیتے مگر جو چوٹ انکے سر پر لگی تھی اس سے انکا خون بہنے کے بجائے سر میں ہی جم گیا جس کی بدولت انکی ڈیٹھ ہو گئی ہے۔۔۔"

وی آر سو سوری۔۔ جوان موت بہت اذیت دیتی ہے ہم سمجھ سکتے ہیں۔۔ اللہ آپ لوگوں کو صبر دے۔۔"

ڈاکٹر کہتے مرزا کے سر پر ہاتھ رکھتے نرمز سے کچھ کہتے آگے کی جانب بڑھ گئے۔۔۔

پیچھے کیا باقی رہا۔؟

یوں جیسے دنیا ہی اجڑ کر رہ گئی۔۔

( اس شبِ غم میں کس کو بتلاؤں

کتنی روشن میری ہتھیلی تھی۔۔

وقت کے سانپ کھا گئے اس کو

میرے آنگن میں ایک چنبیلی تھی۔۔!)

مرحاکے لبوں سے سرسراتی سی آواز نکلی تھی۔۔

" ارح۔حو"

اور پھر وہ نیچے ٹھنڈے فرش پر بیٹھتی چلی گئی اس سے بھی بے فکر کہ اسکی ماں زمین پر بے ہوش پڑی ہے۔۔ اس سے بھی بے فکر کہ اسکے پرس میں پڑا موبائل فون کب سے بج رہا ہے اس سے بھی بے فکر کہ وہ ہسپتال میں ہے کتنے لوگ آتے جاتے اسے اس طرح بیٹھے دیکھیں گے۔۔ مختصر یہ کہ وہ اس وقت پوری دنیا سے بے خبر تھی خود سے بھی۔۔ ہر جگہ جیسے سناٹا سا چھا گیا تھا۔۔ دماغ بالکل ماؤف ہو گیا تھا کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا ٹھنڈے پسینے آ نے لگے تھے۔۔ سماعتوں میں بس ارحا کی اور ڈاکٹر کی آوازیں گڈ مڈ کر رہیں تھیں۔۔ دل کی دھڑکنیں جیسے بالکل سست ہو گئیں تھیں یوں جیسے بس ابھی بند ہو جائیں گی۔۔

( انسان کو آزمائے جانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔۔!)

~~~~~

یہ اکتیس دسمبر کی سرد اور جما دینے والی رات تھی۔۔ ہر جانب اندھیرا اور سفید دھند سی چھائی تھی۔۔ شہر کراچی میں اس وقت گھڑی کی جانب دیکھا جائے تو وہ قیمتی وقت دکھانے والا کھلونا اس وقت رات کے ساڑھے تین بجا رہا تھا۔۔ اسی اثنا میں یہاں کے ایک چھوٹے سے علاقے میں تارکول کی بنی سڑک پر جو کافی پرانی لگتی تھی جگہ جگہ کئی گڑھے تھے اور بالکل سنسان تھی کہنا مناسب ہو گا کہ اس ایک شخص کے علاوہ وہاں نہ آدم تھا اور نہ کوئی آدم کہ ذات۔۔ وہ سیاہ پیٹ اور جیکٹ پہنے سر پر ہڈی ڈالے نظریں سڑک پر جمائے قدم با قدم آگے بڑھ رہا تھا بغیر رکے بغیر مڑے اسکے چلنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اتنی رات کو بے مقصد نہیں بلکہ اپنی کسی منزل کی جانب قدم بڑھا رہا ہے۔۔ یوں جیسے یہ راستہ اسکے لئے نپا تلا تھا یا یوں کہ جیسے اسے یہ راستہ حفظ تھا۔۔ کچھ دیر اور چلنے کے بعد اب وہ رکا تھا۔۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو یہ ایک پرانا چھوٹا اور بوسیدہ سا مکان تھا یہ جگہ ایسی معلوم ہو رہی تھی کہ جیسے یہاں لوگوں کا آنا جانا بہت کم ہو۔۔ یا یوں کہ بالکل ہو ہی نہ۔۔ اس ایک منزلہ مکان

کو دیکھتے اسکے خشک پڑے لبوں پر مسکراہٹ رینگتی تھی۔۔۔ بہت عجیب سی مسکراہٹ۔۔۔
پراسرار سی مسکراہٹ۔۔۔ خوفزدہ کر دینے والی مسکراہٹ۔۔۔

اس نے اپنی پینٹ کی جیب سے ایک چابی نکالی اس چابی میں ایک کی چین لگی ہوئی تھی۔۔۔ اس نے چابی دروازے کی جانب بڑھائی اور دروازہ کھولا اب وہ چابی واپس اپنی جیب میں رکھ رہا تھا اب زرا ہم اس کی چین کی جانب نظر دوڑائیں تو وہ ایک سرخ گلاب تھا لوہے پر خوبصورتی سے بنی یہ گلاب کی شکل کی چین چمک رہی تھی اپنی نوکیلی ڈنڈی کے ساتھ۔۔۔

اس شخص کی مسکراہٹ میں رتی برابر بھی کمی نہیں آئی تھی وہ آگے بڑھا اور دروازہ بند کر دیا۔۔۔ اندر کافی اندھیرا تھا اسنے اپنے قدم اندر بنے ایک کمرے کی جانب بڑھائے۔۔۔ اس کمرے میں ایک چھوٹا سا پیلے رنگ کا بلب روشن تھا۔۔۔ دیواروں پر رنگ تو کیا شاید ٹھیک سے پلاستر تک نہ ہوا تھا۔۔۔ ایک جانب پرانا سا سنگل بیڈ دیوار کے ساتھ لگا رکھا تھا جس پر ڈلاگدا ایسا تھا کہ اس پر سونے سے اچھا بندہ کسی پتھر پر ہی سو جائے۔۔۔ اور اس کے برابر میں تقریباً ٹوٹی ہوئی دو میزیں رکھی تھیں۔۔۔ بیڈ کے سامنے والی دیوار کے پاس نیچے کچھ میلے گرد لگے قالین بچھے تھے جو جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے اور ان قالین کے برابر میں ہی تین کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔۔۔

ان کرسیوں میں سے ایک پر ایک آدمی سیاہ لباس میں موجود براجمان تھا چونکہ بلب کی روشنی اسکی پشت سے ٹکرا کر واپس مڑ رہی تھی جس کی بدولت اسکا چہرہ نمایاں نہیں تھا۔ اسنے اپنی دونوں ٹانگیں ایک دوسرے کے اوپر چڑھائے دوسری کرسی پر رکھی ہوئی تھیں۔ اور ساتھ ساتھ وہ سیگریٹ کے گہرے کش لے رہا تھا۔

اب جو شخص اس کمرے میں داخل ہوا تھا وہ آخری تیسری کرسی پر اطمینان سے براجمان ہو گیا تھا۔

"کافی وقت بعد ادھر آئیں ہیں ہم اچھا لگ رہا ہے نا۔"

اس شخص کے استفسار پر سامنے بیٹھے آدمی نے بس اثبات میں گردن ہلانے پر اکتفا کیا۔

"آپکا نہیں خیال ہم کچھ دیری کر رہے ہیں۔۔ زمار خان۔۔؟"

اسنے دوبارہ اپنے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کو مخاطب کیا تو اسنے اپنے لبوں میں لگا سیگریٹ بجھاتے نیچے قالین پر پھینک دیا۔

"نہیں۔۔ ہم کوئی دیری نہیں کر رہے۔۔ تم اپنے اندر سے یہ بے صبری والی عادت کو ختم کرو ہمیں صحیح وقت کا انتظار کرنا ہے پھر ہی ہم کوئی قدم اٹھائیں گے جب تک کے لئے

سکون سے رہو نارمل لوگوں کی طرح اور جو تم ہماری دکان میں لاس پر لاس کر رہے ہو اسکو بہتر طریقے سے کرنے کی کوشش کرو سمجھے۔۔"

زار نے شروع میں سمجھانے والے لہجے میں کہتے آخر میں کرخت آواز میں اسکو ڈپٹا تو وہ اپنے منہ کا عجیب سا زاویہ بناتے ہاتھ باندھ کر بیٹھ گیا۔۔

"اچھا ہم تمہارے لئے اتنا کر سکتے ہیں۔۔ کہ۔۔!"

زار نے اپنی بات ادھوری چھوڑی تو وہ کرسی پر سیدھا ہو بیٹھا اور پھر بے صبری سے اسکے دوسرے الفاظوں کا انتظار کرنے لگا۔۔

"چلیں بھی آگے بولیں جلدی۔۔ کیا کر سکتے ہیں ہم۔۔؟"

اسکے استفسار پر ابھی زار کچھ بولتا اس سے پہلے ہی وہ خود بول اٹھا۔۔

"کیا میں ارتضیٰ کو خود شوٹ کر سکتا ہوں۔۔ یہ میرا بہت بڑا خواب ہے اسے ختم کر دینا اسے زندہ جلا دینا۔۔ کیا میں کر سکتا ہوں ایسا۔۔؟"

اسکے ایسے استفسار پر سامنے بیٹھے زمار کے جبرے بھیج گئے تھے اسنے بہت مشکل سے خود کو کچھ بھی کہنے سے بعض رکھا اور اپنی ادھوری بات جاری کی۔۔

"ہم ابھی بس یہ کریں گے کہ ارتضیٰ کو کال کریں گے اور بتائیں گے کہ اب جب وہ پاکستان آ ہی گیا ہے تو ہوش میں رہے قدم قدم پر اسکی جان کو خطرہ ہے۔۔ اور اسکے ہر عزیز کی جان کو بھی۔۔ اسے بتائیں گے کہ صرف وہ ہی دس سال پہلے والی کہانی میں نہیں لوٹا ہے ہم بھی واپس آئیں ہیں۔۔ اور اب دیکھتے ہیں کہ جیت کس کی ہوتی ہے۔۔"

زمار وحشت زدہ سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسکے ساتھ ہی دوسرا شخص بھی کھڑا ہوا تھا۔۔

ابھی زمار دروازے کی جانب بڑھتا اس سے پہلے ہی پیچھے سے آنے والی آواز پر ٹہر گیا۔۔

"میرا خیال ہے اسکے اس دینا میں عزیز تو شاید نکل ہی آئیں مگر وہ بیچارہ جانتا نہیں ہے کہ اسکے کچھ خونی رشتے اس دنیا میں اب بھی موجود ہیں۔۔"

میں بہت پر جوش ہوں اسے کڑوی حقیقت سے آشنا کروانے کے لئے۔۔"

اسکی بات پر زمار منہ اوپر کئے ایک زور دار قہقہہ لگاتے آگے بڑھ گیا اسکے پیچھے ہی وہ شخص بھی وہی چابی ہاتھ کی دو انگلیوں میں گھماتا لبوں سے سیٹی بجاتے باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

~~~~~

جاری ہے

